عظمت کا مینار

خالد سلطان

عظیم جاسوسی ناول نگار ابنِ صفی، اُردو میں طبع زاد سسپنس
ادب کا بانی، سسپنس کا بادشاہ، جسے لفظوں کی مسیحائی کا فن آتا

تھا، بالآخر منوں مٹی کے نیچے جا سویا۔ ابنِ صفی کی مقبولیت کا گراف اتنا بلند ہے کہ اُردو کے بڑے بڑے قدآور ادیب اُن کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اُن کی مقبولیت کے ضمن میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ جہاں جہاں اُردو پڑھی جاتی ہے، وہاں وہاں ابنِ صفی کی موجودگی لازمی امر ہے۔

ان کے کردار اتنے مکمل، خوبصورت اور ٹھوس ہیں کہ جو ایک بار ان کا کوئی ناول پڑھ لیتا ہے پھر ان کرداروں کے سحر سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ فریدی کی سنگلاخ شخصیت، حمید کی بذلہ سنجی، اور عمران کی شگفتہ مزاجی کا تاثر ان کے پڑھنے والوں پر اس قدر گہرا ہے کہ وہ ان کرداروں کو اپنے دلوں کے قریب تر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے عوامی کردار ابنِ صفی ہی کا حصّہ تھے۔ ان کے کردار جہاں شگفتگی اور برجستگی کے حامل ہیں وہاں وہ اُن سے ایسے جملے بھی کہلوا دیتے ہیں جو بھلائے ہی نہیں جا سکتے۔ فرماتے ہیں:

"جب کوئی آدمی پاگل ہو جاتا ہے تو اُسے پاگل خانے میں بند کر دیتے ہیں اور جب پوری قوم پاگل ہو جاتی ہے تو وہ طاقت ور کیوں کہلانے لگتی ہے؟"

اس جملے کی گہرائی، شدت اور نوکیلا پن انہیں اپنے دَور کا عظیم مفکر ثابت کرتی ہے۔ انہوں نے جہاں نفسیاتی نکتے سامنے رکھے، ان کے تجزیے کیے، تحلیلِ نفسی کے گُر بتائے۔ وہاں مغربی ملکوں کی ریشہ دوانیوں، سازشوں اور تباہ کُن ایجادات پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ تیسری دُنیا کے ممالک کو بڑی طاقتوں اور صیہونی سازشوں سے خبردار رہنے اور ان کا ادراک کرنے کا حوصلہ بخشا ہے۔ زندگی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو جس پر انہوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بڑی بڑی باتیں کہہ جاتے ہیں۔ وہ مجرموں اور سازشیوں کے لیے نفرت کا جذبہ اُبھارنے کے ساتھ ساتھ ان پر گہری نظر رکھنے کا بھی درس دیتے ہیں تاکہ قانون کا شکنجہ ان کے گرد تنگ ہوتا چلا جائے۔ اُن کے ناولوں کا مرکزی خیال یہی رہا ہے کہ مجرم خواہ کتنا ہی قوی، ذہین اور ہوشیار کیوں نہ ہو آخر ایک دن قانون سے شکست کھا کر کیفرِ کردار کو پہنچتا ہے۔ اس کی طاقت اور سائنٹیفک دماغ قانون کے سامنے ہیچ ہیں۔ یہی چیز پڑھنے والوں کو جرم سے نفرت اور قانون کا احترام سکھاتی ہے۔

قانون کے احترام کا جذبہ پیدا کرنا ہی ابنِ صفی کا مشن تھا۔ انہوں نے جہاں اُردو ادب میں جاسوسی اور سراغرسانی کے مکتب کی بُنیاد رکھی وہاں اپنی تحریروں میں معاشرے کے مسائل پر سیر حاصل روشنی بھی ڈالی ہے۔ کسی ریاضی دان کی طرح مسئلے گِنوا کر یا کسی نقارچی کی طرح چیخ چیخ کر کسی مسئلے کو نہیں چھُوا بلکہ ایک سچے حُسن کار کی طرح خوبصورتی اور ڈھنگ سے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ وہ نفسیاتی گتھیاں بھی سُلجھاتے نظر آتے ہیں اور معاشرے کے تاریک پہلوؤں کو بھی اُجاگر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کی تحریر میں جہاں شگفتگی ہے وہاں طنز کی کاٹ بھی ملتی ہے۔

اگرچہ سقہ قسم کے ادیب، شاعر اور نقّاد ان کی تخلیقات کو "ادب" شمار نہیں کرتے، کھلے عام اس بات کا اعتراف نہ کریں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ بھی ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لیے اپنی "ادبیت" کے خود ساختہ خول سے نکل کر ابنِ صفی کی کوئی نہ کوئی کتاب لے کر ضرور بیٹھ جاتے ہیں لیکن سب کی نظر بچا کر۔ جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان کا کوئی ہم عصر ان کے تخیلے میں مخل نہیں ہوگا۔ وہ ابنِ صفی کی عظمت کا برملا اظہار کرتے ہوئے شرماتے ہیں بلکہ ان کا نام سُن کر ان کے ماتھے پر بَل پڑ جاتے ہیں۔ ان پر نئی نسل کو بگاڑنے کا الزام لگاتے ہیں۔ مگر خود ان کے ناول چھُپ چھُپ کر پڑھتے ہیں۔ ابنِ صفی کے الفاظ میں "وہ اس طرح ناک بھوں سکوڑتے ہیں جیسے انہوں نے خواتین کے کسی مجمعے میں "مغلظات" شروع کر دی ہوں"۔

خود ابنِ صفی کو کبھی ادب کے چودھریوں سے خود کو منوانے کی خواہش نہیں رہی تھی بلکہ انہیں اس بات پر فخر تھا کہ وہ اُردو کی خدمت کر رہے ہیں۔ ادب یا اُردو کی خدمت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

"آپ میری اس وقت کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب مجھے کسی سندھی یا بنگالی کا خط بہ ایں مضمون ملتا ہے کہ محض آپ کی کتابیں پڑھنے کے شوق میں اُردو پڑھ رہا ہوں۔ پڑھ کر سنانے والوں کا احسان کہاں تک لیا جائے۔ اب بتایئے "ادب" کی خدمت کروں یا "اُردو" کی خدمت مناسب رہے گی؟"

ابنِ صفی کو پڑھنے والوں میں ہر عمر اور ہر طبقے کے افراد

شامل ہیں۔ ان کے ناولوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ گھر کا ہر فرد ان سے لطف اندوز ہو سکتا ہے اگر افرادِ خاندان کے مجمعے میں کوئی برخوردار بلند آواز میں پڑھنا شروع کردے تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

ان کے مقبولِ عام کرداروں میں فریدی، حمید، عمران، جوزف فیاض، صفدر، جولیانا، تھریسیا اور سنگ ہی شامل ہیں۔ قارئین میں ان کی ہر دلعزیزی کی یہ دلیل ہی کافی ہے کہ بے شمار دوسرے لکھنے والوں نے ان کے تخلیق کردہ بنے بنائے کرداروں پر لکھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ پڑھنے والوں کو دھوکا دینے کے لیے ابنِ صفی کے ہم قافیہ ناموں سے لکھا۔ لیکن وہ ابنِ صفی کی عوامی مقبولیت اور پسندیدگی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ ابنِ صفی کے ذاتی کردار کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے کبھی ان سے تعرض نہ کیا۔ ان کے احباب نے ایسے لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ درگزر کرتے رہے۔ ایک بار جل کر لکھتے ہیں:

"مجھے ان کماؤ پوتوں پر ذرا غصہ نہیں آتا۔ بس صرف اتنی سی بات گراں گزرتی ہے کہ لکھنے والے اپنے باپ کا نام بتانے کی بجائے میرے ہی باپ کا نام بتانے لگتے ہیں۔ وہ بھی اس انداز میں کہ میں ہی معلوم ہوں اور وہ ایک آدھ نقطے کے فرق سے کتابیں خریدنے والوں کو دھوکا دے سکیں۔ ویسے آیئے آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں... وہ یہ کہ باپ کا نام بتائے بغیر کوئی جاسوسی ناول نویس کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر شرط یہ ہے کہ نام میرے ہی باپ کا بتایا جائے۔"

خاص طور پر ۱۹۶۰ء کے بعد تین سالوں میں جب ابنِ صفی صاحبِ فراش تھے ایسے لوگوں کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے ابنِ صفی کی کتابوں اور کرداروں کی مٹی پلید کر دی۔ اور یہ "پلید شدہ مٹی" ہر شہر کے فٹ پاتھوں پر بکثرت مل جاتی تھی۔ صحت یابی کے بعد انہوں نے اپنی پہلی کتاب کے پیش لفظ میں لکھا۔

"... رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو یہ بیچارے سارے قافیے استعمال کر چکے ہیں۔ لہٰذا اب مجھے کسی "ابنِ خصی" کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو یہی قافیہ باقی بچا ہے۔"

ان کے پڑھنے والوں میں بعض جنون کی حد تک ان کے مداح ہیں۔ وہ ادیب مانتے ہیں تو ابنِ صفی کو... یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے پرستاروں میں بعض ایسے بھی ہیں جو ان کے ناولوں کے "حافظ" کہلائے جا سکتے ہیں۔ ان کے ناولوں کے پلاٹ، کرداروں کے مکالمے اور سچوئیشن وغیرہ انہیں ازبر ہیں۔ ایک ایک ناول درجنوں مرتبہ پڑھ چکے ہیں اور ہر بار نیا محسوس ہوتا ہے۔

غالباً ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ابنِ صفی سے پوچھا گیا کہ ایک الماری کے مختلف شیلفوں میں ترتیب وار اردو ادب کی مایۂ ناز تصنیفات رکھی ہیں۔ بتایئے آپ کی کتابوں کی جگہ الماری کی کس شیلف میں ہونی چاہیے؟ ابنِ صفی نے اس سوال کا جواب بڑے ہی معنی خیز انداز میں دیا۔ فرمایا: "میری کتاب کی جگہ الماری نہیں تکیے کے نیچے ہے۔ الماری میں تو کتابیں سجانے کے لیے رکھی جاتی ہیں جب کہ پڑھنے والی کتاب قاری کی دسترس سے باہر نہیں ہوتی۔"

حبّ الوطنی کا یہ عالم تھا کہ ۱۹۷۱ء میں ہندوستان سے پان کی درآمد بند ہو گئی۔ اسمگل شدہ پان آنے لگا تو یہ کہہ کر پان چھوڑ دیا کہ دشمن ملک سے آتا ہے۔ نہیں کھاؤں گا۔

ساری عمر حق کا پرچم بلند کیے، باطل کو سرنگوں کرتے رہے۔ لوگوں کو قانون کا سبق دینے کے ساتھ ساتھ تھکے ہوئے ذہنوں کو سچی اور حقیقی تفریح فراہم کرتے رہے۔ تقریباً تیس سال تک دو نسلوں کو اپنے کرداروں کے سحر میں گرفتار رکھا۔ بالآخر خود سفرِ آخرت پر چل دیے، کبھی لوٹ کر نہ آنے کے لیے۔

اردو پر ابنِ صفی کے احسانات کبھی بھلائے نہ جا سکیں گے۔ سرّی ادب میں ان کی خدمات کو آنے والی نسلیں بھی خراجِ عقیدت پیش کرتی رہیں گی۔ اسرار احمد ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے مگر ابنِ صفی ہمارے لبوں پر مسکراہٹوں کے پھول کھلاتے رہیں گے۔ تھکے ہوئے ذہنوں کو سکون اور طمانیت کے مرغزاروں کی سیر کراتے رہیں گے۔